لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا —— مقامِ صحابہ کرامؓ

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل اصحابی فی امتی کالملح فی الطعام لا یصلح الطعام الا بالملح قال الحسن فقد ذھب ملحنا فکیف نصلح ۔

[illegible]

[illegible]

تعمیرِ حیات

۱۰ اپریل [illegible] ـــــ مطابق [illegible]

جلد [illegible] ـــــ شمارہ [illegible]

زرِ اشتراک اندرونِ ہند بذریعہ محصول ڈاک،

سالانہ ۲۰ روپے، ششماہی ساٹھ روپے۔ فی پرچہ ۶۰ پیسے

بیرونِ ہند مع محصول ڈاک،

بحری ڈاک سے،	ایک پاؤنڈ ۹ شلنگ
ہوائی ڈاک سے، امریکہ، کناڈا اور یورپی ممالک،	۳ پونڈ
افریقہ، مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید کے ممالک،	۲ پونڈ
پاکستان،	۲۰ روپے
بنگلہ دیش،	۱۵ روپے

اس دائرے کا سرخ نشان ضروری اطلاع ہے کہ آپ کی مدتِ خریداری ختم ہو گئی ہے۔ "تعمیرِ حیات" آپ اور آپ کے حلقۂ تعلق کی اہم ضرورت ہے ـــ براہِ کرم فرصت میں آئندہ سال کے لئے زرِ اشتراک بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں یا پرچہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ پندرہ دن میں زرِ اشتراک یا حالت کی اطلاع نہ آنے کی صورت میں پرچہ وی۔ پی سے روانہ کیا جائیگا۔ جس کی وصولیابی آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ وی۔ پی کے زائد مصارف خریدار کے ذمہ ہوں گے۔

براہِ کرم خط و کتابت اور منی آرڈر کوپن پر اپنا مکمل پتہ اور نمبر خریداری ضرور لکھ دیا کیجئے۔

اس شمارے میں

مقامِ صحابہؓ سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں۔ اداریہ دو نظامِ تعلیم۔ مرکزی سیاست اور مسلم خواتین، قانون، مسلمان اور قرآن میں تال میل لانے کی تحریک کا بیان۔ شرارِ بولہبی۔ ندوۃ العلماء کا اجلاس۔

ایک عظیم داعی

ایک وفا شعار خاتون ـــ پیر بیٹھانے بیٹھے ہیں اپنی دستیوں میں وغیرہ۔

پرنٹر پبلشر مسٹر [illegible] سید [illegible] نے [illegible] آفسیٹ پرنٹنگ پریس لکھنؤ سے طبع کرا کر دفتر "تعمیرِ حیات" ندوہ پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: اسحاق جلیس ندوی

کتابت: [illegible]

اسحاق جلیس ندوی

دو نظامِ تعلیم

اس ملک میں انگریزوں نے جو نظامِ تعلیم رائج کیا وہ مقبول بنانے اور انگریزی نظامِ حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ اس نظامِ تعلیم میں علوم بھی سلطنتِ برطانیہ عظمیٰ کے مفادات و استحکام و عظمت کو مدنظر رکھ کر پڑھائے جاتے تھے۔ تاریخ کی کتابیں اس ملک کی مختلف قوموں کی باہمی منافرت اور مخاصمت کے مسموم اثرات سے زہر آلود ـــ جغرافیہ اس شہنشاہیت (EMPIRE) تک محدود جس میں سورج غروب نہیں ہوتا ـــ انگریزی اور حساب میں اتنی استعداد بہم پہنچانا ہے کہ کسی سرکاری دفتر کا چپراسی اور کلرک بننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ ملک کی آزادی کے بعد ہمارے تعلیمی نظام میں اصلاح تو درکنار مزید کچھ خامیوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اخلاقی علوم (MORAL SCIENCE) اور دینی تعلیم کا نہ پہلے سامراجی حکومت کے زمانہ میں کوئی مقام تھا اور نہ آج سیکولر اور جمہوری مملکت میں اس کی کوئی گنجائش ہے ـــ کسی اعلیٰ یا ادنیٰ مقصد سے عاری نظامِ تعلیم کے پروردہ مایوس، بیزار، منزل ناآشنا اور گم کردہ راہ اگر ہوں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ـــ جدید تعلیم میں "روح" کی حفاظت کی جو کوشش تھی وہ تقریباً سو سال قبل ہی غیر یقینی ہو گئی تھی۔ حالی نے اپنے زمانہ میں اس حقیقت کا مشاہدہ کر کے کہا تھا ؎

نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کما کر
وہ کھوئے گئے اور تعلیم پا کر

خواجہ حالی اگر آج کے تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو جن میں صرف آرٹس گریجویٹ (ARTS GRADUATES) نہیں بلکہ ہزاروں سائنس گریجویٹ (SCIENCE GRADUATES) اور ہزاروں انجینئر (ENGINEER) کو روزی کی تلاش میں سرگرداں دیکھتے تو جانے ان پر کیا گذرتی ـــ!

آج کا طالب علم نوجوان اپنے گرد و پیش کیا دیکھتا ہے؟ گھر کا وہ ماحول جو روز افزوں گرانی اور معیارِ زندگی کے بلند رکھنے کی جدوجہد کی وجہ سے بڑی کیفیت کا شکار ہے جہاں کسی اخلاقی تربیت کی فرصت اور گنجائش نہیں ـــ معاشرہ جو کرپشن (CORRUPTION) اور خود غرضی، نفع اندوزی کے زہر سے مسموم اور دولت کی حرص اور روپیہ کمانے کی دوڑ میں مبتلا۔

کالج اور یونیورسٹی کا ماحول اور نظامِ تعلیم جو اخلاقی و انسانی صفات و خصائل پیدا کرنے سے عاری اور خوشگوار معاشی مستقبل کی ضمانت سے خالی ہے ـــــ اس صورتحال میں وہ اپنے کو ایسا پاتا ہے کہ جیسے وہ کسی لق و دق [illegible] میں [illegible] چھوڑ دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ خود [illegible] سے، معاشرہ، والدین اور حکومت سے بدظن ہو جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج عصری تعلیمی اداروں میں انسانیت کا پنپنا دشوار ہو گیا ہے۔ اخلاق و شرافت، مذہب و روایات جن کے فرزندوں کے ہاتھوں پامال ہو رہی ہیں۔ اور ملک و قوم رسوا ـــ شاعرِ مشرق اقبال کی نگاہِ بصیرت نے خوب جانچ لیا تھا کہ ؎

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

اس کے برعکس ایک دوسرا نظامِ تعلیم [illegible] جو قدیم اور ازکار رفتہ ماضی قریب میں بھی سمجھا جاتا تھا اور حال میں بھی سمجھا جاتا ہے۔ یہ دوسرا نظامِ تعلیم بہرحال ایک مقصد رکھتا ہے۔ وہ واضح مقصد دین کی خدمت اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی جدوجہد ہے۔ یہ ایک واضح نصب العین ہے اور یہی مقصد ہر قسم کی قربانیوں، دور دراز مسافت، فاقہ اور تنگدستی اور معاشی و معاشرتی مستقبل سے بے نیاز کر کے اپنے طالبین کو معاشرہ اور پوری دنیائے انسانیت کے لئے مفید اور کارآمد بنانے میں ضرور کامیاب ہے۔ کسی بھی پیمانہ سے ان دونوں نظام ہائے تعلیم کا جائزہ لیجئے تو ایک اچھے انسان (وہ انسان جو اس عالمِ رنگ و بو کا محسن اور دنیا کی تمام مخلوقات کا خادم ہو) کی تعمیر و تشکیل میں قدیم نظامِ تعلیم کی خدمات کے اعتراف پر مجبور ہونا پڑیگا۔

پھر اسی قدیم دینی نظامِ تعلیم کی یہ کتنی بڑی کامیابی اور امتیازی کارنامہ ہے کہ یہاں اساتذہ اور طلباء کے باہمی خوشگوار تعلقات، احترام و شفقت کا نمونہ، ان کی زہد و قناعت اور اطمینان و سکون کی زندگی اس دورِ انتشار اور احسان ناشناس زمانہ میں ہر شخص کے لئے قابلِ رشک بن سکتی ہے۔ اخبارات میں عام طور پر تہذیب کے فرزندوں کی اپنے اساتذہ سے گستاخی اور جان کے لاگو ہو جانے والے واقعات پڑھنے کے بعد اب دینی مدارس کے بوریہ نشین طلباء اور تربیت یافتہ افراد کا اپنے اساتذہ کے احترام کے صرف دو واقعات ملاحظہ کیجئے۔

قصبہ [illegible] کے ایک عالم کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دن وہ اپنے شاگردوں کو پڑھاتے وقت بار بار احتراماً کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب شاگردوں نے دورانِ درس اس احترام کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ "میرے ایک استاد کا چھوٹا بیٹا ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلنے کیلئے دروازے کے سامنے سے گذرتا ہے اور میری نظر اس استاد زادہ پر پڑتی ہے تو بے اختیار مجھ پر اپنے محسن زادہ کے احترام کا جذبہ غالب آ جاتا ہے اور احتراماً میں اپنی نشست سے اٹھ جاتا ہوں"۔

احسان شناسی کی یہ بہترین مثال ترقی یافتہ نظامِ تعلیم [illegible] بھی ہے اور ناآشنا بھی۔

دوسرا واقعہ ایک ایسی شخصیت کا ہے جو علم و ادب، تاریخ و علمِ کلام کی دنیا میں معروف اور شمس العلماء کے لقب سے سرفراز ہے۔ یعنی مولانا شبلی نعمانیؒ۔

مولانا شبلی نعمانیؒ اپنے استاد مولانا محمد فاروق چریاکوٹی کی بڑی قدر و خدمت اپنی سعادت سمجھتے تھے حتیٰ کہ اپنے استاد کے سامنے کبھی وہ کوئی کمال نہیں محسوس کرتے تھے۔ [illegible] ان کی [illegible] اس وقت بھی جاری رہی جب وہ عالم، مصنف، مورخ، متکلم، شاعر، اردو کے صاحبِ طرز ادیب اور انشاء پرداز کی حیثیت سے مشہور و معروف ہو چکے تھے۔

یہ وہ نمونے ہیں جنہیں [illegible] حضرت [illegible] نے اٹھا رکھے ہیں اور دینی مدارس نے پروان چڑھایا ہے۔

مرکزی سیاست اور شخصی قانون

از: جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ایم۔اے۔ ایل ایل۔بی۔ ڈی فل۔ ڈی لٹ پیرس

قانونِ شخصی یعنی نکاح، طلاق، وراثت اور ان کے جانبی امور کے قواعد و احکام ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں عام طور پر مذہب بلکہ ہر فرقہ دوسرے سے اختلاف رکھتا ہے۔ اس کے مختلف پہلو ہیں، مرکزی اور اساسی سیاست میں ان سب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس مختصر نوٹ میں صرف چند پر توجہ منعطف کرائی جائے گی۔

اس کا فلسفہ

یہ تاریخی واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ خلافتِ راشدہ میں مسلمان بجلی کی رفتار سے دنیا میں پھیلے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صرف پندرہ سال بعد حضرت عثمانؓ دارالخلافہ مدینہ منورہ سے ایک طرف اندلس (اسپین) تک اور دوسری طرف ماوراء النہر یعنی ترکستان تک حکمرانی فرمانے لگے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت رعایا کی عظیم ترین اکثریت غیر مسلم تھی اور ان لوگوں کی تھی جو کل تک حکمران تھے اور راتوں رات محکوم قوم بن گئے لیکن اپنے ماضی کو بھولے نہ تھے۔ حضرت عثمانؓ کی وفات ہوئی تو مسلمانوں میں جانشینی کے مسئلے پر خانہ جنگی شروع ہوئی جو عبداللہ بن زبیرؓ کی شکست، اور عبدالملک بن مروان کی کامیابی تک عملاً بیس سال جاری رہی۔ تاریخ یہ حیرت انگیز بات بیان کرتی ہے کہ اس خلفشار کے زمانے میں کسی جگہ بھی غیر مسلم رعایا نے بغاوت نہ کی، حتیٰ کہ جب قیصرِ روم نے اپنی سابق رعایا کو جو تا حال عیسائی تھی ترغیب بھی دلائی اور فوجی مدد کا وعدہ کیا تو بھی دوسرے مذہب والے مسلمانوں کی ماتحتی کو ترجیح دیتے رہے اور اپنے ہم مذہب بیزنطینیوں کی حکومت کے اعادے کے روادار بھی نہ ہوئے [illegible]۔ اس کی وجہ وہ تاریخ ہی بتاتی ہے کہ اسلام سے کچھ پہلے بیزنطینی حکومت میں عیسائی فرقوں میں اختلافات پیدا ہوئے۔ کچھ پادری یہ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ کامل خدا ہیں، کچھ کہتے تھے کہ ان میں بیک وقت دو صفتیں ہیں اور وہ بیک وقت خدا اور انسان ہیں۔ ایک تیسرا گروہ [illegible] کہتا تھا کہ نہیں، ان میں صرف ایک [illegible] ایک

تھی، شہنشاہ اس تیسرے عقیدے کی طرف مائل ہوا اور چاہا کہ ساری رعایا اسے قبول کرے اور اس سلسلے میں سختی برتی اور خون خرابے سے بھی دریغ نہ کیا۔ نتیجہ؟ اسی زمانے میں اسلام شروع ہوا اور پیغمبرِ اسلام روحنا فداہ نے شہنشاہ ہرقل کو بھی اور اس کے صوبہ داروں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ ایک صوبہ دار (گورنر) مسلمان ہو گیا۔ لیکن دوسرے صوبہ دار نے [illegible] اس دعوت کو ہتک سمجھ کر سفیر ہی کو قتل کر ڈالا۔ ہرقل نے نومسلم صوبہ دار کو پھانسی کی سزا دی اور مجرم صوبہ دار کو نہ صرف سزا دینے سے بلکہ اپنی رعایا کو ضمیر کی آزادی دینے سے بھی انکار کیا۔ اس پر [illegible] ہالینڈ کا مستشرق دخویہ (DE GOEJE) اپنی کتاب "شام کی فتح پر یادداشت" صفحہ ۱۰۲ تا صفحہ ۱۰۳ میں لکھتا ہے کہ اس وقت [illegible] بیزنطینی علاقے کے عیسائیوں نے مسلمانوں کا حملہ آوروں کی طرح نہیں بلکہ نجات دہندوں کی حیثیت سے استقبال کیا اور یہ بے وجہ نہ تھا کیونکہ مسلمان فاتحوں نے خلیفہ ابوبکرؓ کی ہدایت کے تحت مفتوحہ علاقوں کے باشندوں سے جس نرمی کا سلوک کیا وہ ان کے سابق آقاؤں کے ذلیل ظلم کے برعکس تھا۔ ہرقل نے اپنی اس عیسائی رعایا کے جنہوں نے سرکاری عقائد کو ماننے سے انکار کیا تھا ناک اور کان کاٹے اور ان کے مکان ڈھائے۔ اس کے برخلاف عرب اپنے مفتوحوں کے ساتھ صلح جویانہ برتاؤ کرتے رہے اور وعدوں کی شدت سے پابندی کی۔ اس زمانے کے ایک نسطوری پادری کا ایک خط محفوظ ہے، وہ لکھتا ہے کہ ہمارے نئے آقا ہمارے عیسائی مذہب سے ذرا بھی تعرض نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں، ہمارے پادریوں اور مقدس لوگوں کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور خانقاہوں کو عطیے دیتے ہیں۔ مسلمانوں نے اصل میں قرآنی احکام کی تعمیل میں مفتوحوں میں اپنا قانون جاری نہیں کیا بلکہ ہر طبقے کو قانونی اور عدالتی آزادی دی۔ مسلمانوں میں اسلامی قانون اور ہر غیر مسلم طبقے پر اس کا اپنا قانون [illegible] حاکمِ عدالت بھی اسی سے

مستثنیٰ نہ رہا۔ مثلاً اگر فریقین مقدمہ نسطوری فرقے کے عیسائی ہوتے تو قانون بھی نسطوری ہوتا۔ ہر فرقے کے مذہبی پیشواؤں کو اجازت تھی کہ اپنے حاکمِ وقت خود ہی مقرر کر لیا کریں۔ مسلمان حکومتیں ہزار سال سے زیادہ عرصے تک اس پر عمل کرتی رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کبھی غیر مسلم رعایا نے نہ مذہبی اساس پر بغاوت کی اور نہ اپنے ہم مذہب بیرونی حملہ آوروں کی مدد کی۔ یہ چیز مدینہ منورہ، دمشق، بغداد، قسطنطنیہ ہی میں نہیں، دہلی اور حیدرآباد میں بھی نظر آئی۔ کیا ہندو بتا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہزار سالہ دورِ حکومت میں حکومت نے کبھی ہندوؤں پر مسائلِ شخصی میں اپنا قانون جاری کیا؟ نکاح ہو کہ طلاق، وراثت ہو کہ قواعد ہو کہ ان کے جانبی امور میں ہمیشہ سے [illegible] ہر فرقہ اور مذہب اپنے قانون پر عمل کرتا رہا۔ جو حکومت اپنے [illegible] فرقے پر ساری رعایا کو ایک ہی قانون پر چلانا چاہے گی اسے سوچنا چاہئے کہ وہ شہنشاہ ہرقل کا انجام چاہتی ہے یا خلیفہ ابوبکرؓ کا۔!

اس کی عملی حیثیت

آدمی کو بعض وقت دریم برہم ہو جاتا ہے اور نا معلوم چیزوں کے متعلق قسم قسم کے مفروضے تلاش لیتا ہے۔ اسلام میں طلاق کی آزادی ہے۔ انجیل میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ مغرب نے طویل تجربے کے بعد مجبور ہو کر [illegible] قانون کے ذریعے طلاق کی اجازت دی۔ یورپ میں ہو کہ امریکہ میں، اور آج طلاقوں کا فیصد یورپ و امریکہ میں اسلامی ممالک سے زیادہ ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ عدالتی طلاق [illegible] طویل وقت بھی لیتا ہے اور طرح طرح کی دشواریوں کا باعث بنتا ہے اور چونکہ فرنگستان میں زنا بالرضا جائز ہے اس لئے بغیر طلاق کے ہزاروں لاکھوں شادی شدہ مرد داشتاؤں کے ساتھ، شادی شدہ عورتیں اپنے دوستوں کے گھر میں، روز افزوں دیکھی جاتی ہیں۔ فرنگی قانون میں طلاق کی صرف ایک صورت پائی جاتی ہے یعنی تفریقِ عدالت، اسلام نے پانچ صورتیں بتائی ہیں: (۱) اگر شوہر کی مرضی ہو، (۲) اگر بیوی کی مرضی پر بشرطیکہ نکاح [illegible] طلاق کے ذریعے سے (۳) فریقین کی رضامندی سے [illegible] کے ذریعے سے [illegible]

حاکمِ عدالت، [illegible]

بہرحال یہ اسلامی قانون کی خصوصیت ہے۔ طلاق میں ایک [illegible] ہے۔ طلاق سے پہلے شوہر کو دس بار سوچنا چاہئے۔ قرآن و حدیث میں طلاق کی شدید برائی اور بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک [illegible] سے متعلق ہے اس کو فرنگی اور [illegible] دونوں قانونوں میں اس لئے بھلا گیا ہے کہ مذہبی تعلیم کو مدارس سے خارج رکھا گیا۔ قصور مسلمان کا نہیں ہے۔ [illegible] کے پتے کھلے ہوئے نظر آئیں تو پتے توڑنے کی جگہ جڑ کو دیکھنا چاہئے کہ وہاں کون سا کیڑا لگا ہوا ہے۔ مورخ لکھتے ہیں کہ [illegible] دور کے اختتام پر جب انگریزوں نے مردم شماری کروائی تو تعددِ ازدواج مسلمانوں میں دو فی ہزار پایا گیا۔ اقوامِ متحدہ کی رپورٹ ہے کہ [illegible] پر عامل [illegible] میں اب (۱۰) فیصد بچے خارج از نکاح پیدا ہو رہے ہیں۔ مسلمان ممالک میں مصر سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے اور وہاں [illegible] صرف ایک فیصد ہے۔ تعددِ ازدواج سے کسی یہ نتیجہ نہ نکلا کہ کثیر مسلمان اس پر عمل کریں۔ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ تعددِ ازدواج سے نہیں بلکہ تبلیغ سے ہوتا ہے۔ تبلیغ میں اس دین کو زیادہ کامیابی ہوتی ہے جو معقول اور انسانیت کے لئے مفید ہو۔ روپے پیسے سے [illegible] کا ایمان خریدا جا سکتا ہے لیکن نہ وہ راسخ ہوتا ہے اور نہ دیرپا۔ [illegible] کے ذریعہ [illegible] قانون کی مدد سے اس کو [illegible] قباحت یہ ہے کہ [illegible] اسلام میں کوئی انسانی طاقت خدائی حکم کو بدلنے کی مجاز نہیں۔ کوئی حکومت اس میں دخل دینا چاہے تو اسے ہرقل کا انجام پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔ اسلام میں ہر شخص کو آزادی ہے کہ جس فرقے سے چاہے تعلق رکھے، کوئی سُنّی چاہے تو شیعہ بن جائے اسے کون روک سکتا ہے لیکن حکومت سُنّیوں پر شیعہ قانون اور شیعوں پر سُنّی قانون نافذ کرے تو رعایا کی دل شکنی اور حکومت سے نفرت پیدا ہوگی۔ [illegible] پاکستان سے زیادہ ہندوستان میں مسلمان دین پر راسخ ہیں، [illegible] الجزائر سے زیادہ روس کے مسلمان اپنے دین پر شدت سے جمے ہوئے ہیں اور ستر سالہ [illegible] ان کو مذہب سے [illegible] نہ کیا جا سکا [illegible] مستحکم ہی کر دیا ہے۔ قوم کا [illegible] حاکم ہو مملکت کے مستقبل کو [illegible] قربان کر دے۔

مسلمان اور قرآن

استاذ احمد السیوطی —— ترجمہ از عربی محمد صادق نقش [illegible]

جو مومن (اشعری) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اترجہ (ایک قسم کا پھل) جو سیب یا نارنگی کے مشابہ ہوتا ہے کی طرح ہے جس کا ذائقہ بہتر اور خوشبو دار ہوتی ہے اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے جس کا مزہ اچھا ہوتا ہے لیکن کوئی خوشبو نہیں ہوتی اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ریحانہ (ایک قسم کا پھول ہے) کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن ذائقہ میں کڑواہٹ اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا حنظلہ (اندرائن کا پھل) کی طرح ہے جس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور خوشبو نہیں ہوتی۔

(بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ترمذی)

جس طرح انگور شاخ تر کی وست [illegible] ہوتا ہے اور جس طرح زمین ابر کرم کی محتاج ہوتی ہے، جب قطرہ باران اپنے دست فیاض کو جنبش دیتا ہے تو مردہ زمین کے اندر زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ زندگی کی بہریں دوڑنے لگتی ہیں اور ایسے ہی [illegible] بہتا ہے اور اپنی [illegible] کا ایک حسین مرقع پیش کرتی ہے۔ [illegible] قسم کے خوشنما اور عجیب چیزیں [illegible] ہے۔ اسی طرح روح کا محتاج ہوتا ہے اور روح کو وحی کے ساتھ [illegible] ہوتا ہے تاکہ وہ [illegible] اور حرکت کرنے کا عمل جاری رہے۔ [illegible] ہوتا ہے اگر جسم [illegible] سے جدا ہو جائے تو انسان کا جسم ایک [illegible] ہے۔ [illegible] ہے اور اسی طرح [illegible] اسی طرح انسانیت بھی [illegible] جاتی ہے۔ اسی ضرورت ہے کہ اس کے سامنے واضح نشانات ہوں تاکہ گمراہی سے بچ سکے اور اس کے پیش نظر ایک ایسا حاصل ہو [illegible] صورت سے [illegible] ہو سکے اپنے [illegible] کو [illegible] سکے اور زندگی کی [illegible] سے نجات حاصل کر سکیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے ہدایت کے لئے قرآن اور حدیث پر کلام پاک کو نازل فرمایا جو لوگوں کے لئے [illegible] ہے اور جس کا طرز [illegible] ہے۔ [illegible] صدق اور حکم ہے۔ [illegible] ہے جس نے اسے اپنی زندگی کا دستور [illegible] بنا [illegible] ہے۔ [illegible] وہ کامیاب ہو [illegible] ہے جو [illegible] پر [illegible] ہیں اور جس کی تعلیم [illegible] کو [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] عظیم کتاب کے [illegible] مقصد کے [illegible]

کی گئی اس مقصد کو خود قرآن "مجموعہ [illegible]" اخلاق الانسان " سے تعبیر کرتا ہے۔ اس قرآن حکیم نے بے شمار حقائق اور عبرت دنیا کے سامنے پیش کئے جن کی نظیر تاریخ انسانی پیش نہیں کر سکتی اور نہ پیش کر سکے گی۔ اس نے تہذیب و تمدن کا ایک حسین شاہکار پیش کیا۔ اس سے ضرب [illegible] بلند ہوئی، عوام و خواص سب نے [illegible] کی۔ اس [illegible] ایسی زندگی کا خاکہ پیش کیا جس کی نظیر ملنی محال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں اس طرح بیان فرمایا:

یا ایہا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔

(اے لوگو! تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس دلیل آ چکی اور ہم نے ایسی روشنی کا نزول کیا جو ظاہر ہے)

اور حدیث شریف میں مسلمانوں کے موقف کی [illegible] جو کلام پاک کے ساتھ ہے، [illegible] اور [illegible] تصویر کشی کی گئی ہے کہ کلام پاک ایسی کتاب ہے جس کا اثر بندہ کے ظاہر اور باطن دونوں پر پڑتا ہے اور اس طرح بندہ درجہ میں ایک دوسرے سے متفاوت ہوتے ہیں۔ وہ خوش نصیب جس کے ظاہر و باطن [illegible] متاثر ہوتا ہے وہ مومن [illegible] ہے اور وہ بدنصیب جس کا نہ ظاہر [illegible] ہے اور نہ باطن جس [illegible] قبول کرنے کی صلاحیت ہے منافق ہوتا ہے اور وہ جس کا ظاہر تو متاثر ہوتا ہے لیکن اس پر [illegible] نہیں [illegible] وہ ہے جو کلام کے [illegible] پڑھتا ہے اور جس کے باطن میں قرآن پاک کی صلاحیت ہے اور متاثر ہوتا ہے لیکن اس کے ظاہر پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ مومن ہے جس نے قرآن پاک کو پڑھا [illegible] قرآن کا لوگوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کے [illegible] مقام کو پہچانے اور اس کے بتائے ہوئے طریق اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی کوشش کرے اس کی [illegible] تلاوت کرے اور اس کے پڑھنے [illegible] میں اپنے معانی کا [illegible] وقت لگائے اور اس کے حلال و حرام [illegible] ہو [illegible] اور [illegible] اگر [illegible] جانے [illegible] پاک کرے اور [illegible] کی [illegible] حاصل کرنے کی کوشش کرے جب یہ اخلاق و صفات اور [illegible] اس کی زندگی کے اجزا بن جائیں گے تو [illegible] صفات کی ان سے دنیا [illegible] اور ان کے [illegible] سے [illegible]

خاص و عام اپنی اپنی استعداد کے مطابق حاصل کریں گے۔ اس کی ان کی حیثیت یہ ہوگی کہ وہ جو کہیں گے تاریخ اسے محفوظ کر لے گی۔ وہ جائیں گے اور دنیا ان کی خوبیوں کو قبول کرے گی، اسی کو قرآن نے مجاہدہ [illegible] اور علوِ اخلاص سے تعبیر کیا ہے۔

اس سے زیادہ مسرت کی بات ایک مومن کے لئے کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے لب ایسے کلمات سے حرکت میں آئیں جس کو اللہ رب العزت نے فرمایا ہے وہ اس حالت میں اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے اور اس پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ اسید بن حضیر بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک رات اپنے گھر میں کلام پاک کی تلاوت کر رہا تھا تو میں نے ایک سایہ دیکھا جس میں چراغ کے مانند کوئی چیز تھی وہ فضا میں بلند ہوتی گئی یہاں تک کہ میں اسے نہ دیکھ سکا۔ جب یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا وہ ملائکہ تھے جو تمہارے کلام پاک کی تلاوت سننے کے لئے آئے تھے اگر تم تلاوت کو صبح تک جاری رکھتے تو لوگ ان کو دیکھ لیتے اور وہ روشنی ان سے پوشیدہ نہ رہتی۔

وہ حدیث جس سے اس مضمون کا آغاز ہوا اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی تشبیہ جو کلام پاک پڑھتا اور عمل کرتا ہے اترجہ سے دی ہے کیونکہ وہ ایک بہترین میوہ ہے جس میں رنگ اور عطر بھی ہے، خوشبو و ذائقہ بھی ہے اور خوب صورت بھی۔ اس کی رنگینی پر صداقت ہی عقیدہ کو ترجیح کرتی ہے اور نظریں اپنے قریب کو ماسی طرح وہ مومن جو قرآن پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے تو اس اعتبار سے ایمان اس کے دل میں راسخ ہو چکا ہے۔ [illegible] ہے کہ وہ قرآن پڑھتا ہے اور لوگ اس کے آواز کی دلکشی سے متاثر ہو کر سننے کے لئے قریب پہنچ جاتے ہیں اور سکھ قریب رہنا اور فائدہ حاصل کرنا پسند کرتے ہیں——

[illegible] جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے اسی طرح عملی طور سے اس کے ساتھ کرتے تھے۔ عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال اونٹنی پر سوار اپنی سواری پر سورہ فتح تلاوت فرمائی [illegible] عبداللہ [illegible] فرماتے ہیں کہ اگر مجھے لوگوں کے جمع ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ کی قرات کو بیان کرتا۔ [illegible] حدیث میں ہے کہ [illegible] اللہ تعالیٰ اس قدر کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس قدر [illegible] تلاوت

کی جا رہی ہو جا رہی ہے، وہ زبانی کلام میں یا جس مقام میں ہو اور اس حسن سے پڑھ رہی ظاہر و باطن جب حضرت عائشہ سے ایک سائل نے حضور کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم کلام پاک نہیں پڑھتے ہو؟ سائل نے جواب دیا ضرور پڑھتا ہوں تو حضرت عائشہ نے فرمایا: کان خلقہ القرآن، آپ تو قرآنی اخلاق کی مجسم تصویر تھے۔

نیز ابن ماجہ کی حدیث ہے حضرت جابر بیان فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ لوگوں میں سب کی آواز قرآن پڑھنے میں بہتر ہے جب تم اسے پڑھتے ہوئے سنو تو سمجھو کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔

اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا ہے لیکن کلام پاک کی آیات اس کے سینے کے اندر محفوظ ہیں اور کم و بیش عمل بھی کرتا ہے اور اس کے طریقے بھی بدل جاتے ہیں وہ ایسا مومن ہے جس کا سب قرآن حکیم کی آیات سے جس میں نہیں آتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تلاوت کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے اور اس خیر کے اولی حصہ کا بھی وہ مستحق نہیں ہوتا، اس کی مجلس میں وحشت سی محسوس ہوتی ہے کیونکہ نہ لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور نہ وہ لوگوں کو اپنی قوت کشش سے کھینچ سکتا ہے اسی کو حضور نے کھجور سے تشبیہ دی ہے کہ اندر تو مٹھاس ہی مٹھاس ہے لیکن باہر نہ خوشبو ہے اور نہ دلکشی۔

لوگوں میں بعض منافق ریاکار ہوتے ہیں جو کلام پاک کی تلاوت بڑی خوش اسلوبی سے کرتے ہیں اور ان کی زبان پر آیات قرآنی جاری رہتی ہیں لیکن دل پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا ہے وہ کلام پاک کی تلاوت تو کرتے ہیں لیکن انہیں ہدایت قرآنی نصیب نہیں، یہ لوگ اس اندھے کی طرح ہیں جو چراغ لئے ہوئے ہو لیکن خود اس سے فائدہ نہ اٹھائے یا اس ڈاکٹر کی طرح ہے جو دواؤں کو تو دوسروں کے لئے تجویز کرتا ہے اور خود اس بیماری کا شکار ہوتا ہے یا اس اونٹ کی طرح ہے جو جنگل میں پیاس کی وجہ سے مر رہا ہو اور پانی اس کے پیٹھ کے اوپر لدا ہوا ہو یا اس قبر کی طرح ہے جو گلاب کے پھول سے ڈھکی ہوئی ہو اور وہ بدبو سے پُر ہو۔ اسی کو نبی نے ریحانہ سے تعبیر کیا، اس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن مزہ بہت ہی کڑوا ہے۔

سب سے زیادہ بدبخت اور کم نصیب وہ قرآنی برکات سے محروم وہ بد منافق ہے جو نہ کلام پاک کی تلاوت کرتا ہے اور نہ اس پر عمل کرتا ہے۔ [illegible] اس کے ظاہر [illegible] اس کے اندر کوئی [illegible] ہے [illegible] اس کے دل کے اندر کوئی [illegible] ہے [illegible] ہے۔ وہ [illegible] ہے [illegible] حنظلہ سے تشبیہ دی ہے۔

مترجم: پرویز سلطان خسروی
از: ڈاکٹر محمد عبدالغنی

سی، آئی، اے کی مسلم ممالک میں منظم تخریب کاریاں

سی آئی اے کی روح رواں:

مسٹر کولبی نام ہے، مسٹر کولبی اپنے ماتحت جاسوسوں ہر ملک میں امریکی خفیہ دائرۂ عمل کے ساتھ پہنچے ہیں۔ ان کے دوست ان کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ ایجنسی کی سرگرمیوں کو خفیہ کارروائیوں پر مرکوز بنانے میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہی وہ کارنامے ہیں جو حکومتوں کا تختہ الٹ دیتے ہیں جو اقوام متحدہ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور پھر اس کی جگہ اپنی پسند کی حکومت بنا دیتے ہیں۔ ان خفیہ سرگرمیوں میں مسٹر کولبی مشغول ہیں اس کا تعلق مشرق وسطیٰ اور لاطینی امریکہ سے ہے۔ امریکی سینیٹر جوزف کلارک نے ایک مرتبہ اس بات کی صراحت کی ہے کہ:

"ہمارا تجربہ امریکی اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ تمام کے تمام پیٹرول کمپنیاں مشرق وسطیٰ کی سیاست میں غرق ہیں یہی حال C.I.A کا ہے کہ وہ تمام کے تمام مشرق وسطیٰ کی سیاست میں الجھی ہوئی ہے۔"

سی آئی اے کی تاریخ:

O.S.S. (فوجی انٹلی جنس) کی بنیاد پڑی، اور ۱۹۴۷ء میں خاص خفیہ کارروائیوں کی ذمہ داری آلن ڈالس نے جو جان فوسٹر ڈالس، سابق امریکی وزیر خارجہ کے بھائی تھے سنبھالی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۵۳ء کے بعد جو سال بیتے اس دوران اس نے بڑی ترقی کی اور ان کا ناتا بھی حیرت انگیز اضافہ بھی ہوا ہے کہ C.I.A نے انجام دیا، اس کے کارکن بڑے ہی فخر سے کہتے ہیں کہ

"ہمارے نشانے بہت کم خطا ہوتے ہیں۔"

اس دور میں کرمٹ روز ویلٹ اسلامی مشرق وسطیٰ میں مشہور کارروائیوں کے انچارج تھے، انہوں نے اپنی حکمت عملی سے دو بڑے ہی کامیاب اور بہترین کارنامے ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء میں قاہرہ اور طہران میں انجام دئے۔ پہلا جس نے شاہ فاروق کا تختہ الٹا، دوسرا جس نے ڈاکٹر مصدق کو تباہ کیا۔ اور مسٹر کرمٹ روز ویلٹ نے مرکزی سیکرٹ سروس کو ۱۹۵۰ء کے آخر میں رکھ اور جلد ہی امریکی تیل کمپنیوں میں شامل ہو گئے، تاکہ کمپنی اور حکومت کے درمیان مواصلات کے ذریعہ بن سکے اس وقت ان کا آفس واشنگٹن میں تھا۔ اسی طرح ۱۹۵۵ء میں کمپنی کے نائب صدر بن گئے۔ مسٹر آلن ڈالس C.I.A کے ڈائرکٹر جنرل ۱۹۶۱ء تک رہے، ان کے بعد مسٹر جان میکون اور پھر جنرل ہیلمز نائب ہوئے ہیں آج کل طہران میں اپنے ملک کے سفیر ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں C.I.A کے کارکنوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا حتیٰ کہ ان کی تعداد ۲۰ ہزار تک پہونچ گئی اور اس سال کمپنی کا بجٹ چار ارب تھا۔ یہ بھی بعید از قیاس بات نہیں ہے کہ امریکہ کے پاس جاسوسی کے سلسلے کے لئے کوئی نظام ہو دنیا کے تمام ممالک اس طرح کے سسٹم پر چل رہے ہیں۔ مگر فرق یہ ہے امریکی جاسوسی کے لئے فیڈرل ایجنسی بیورو کے نام سے مشہور ہے۔ اس لئے C.I.A کے نشانے اکثر غیر ممالک ہوتے ہیں۔

امریکہ کے ہیڈ کوارٹر میں مالیہ شماری کے مطابق ۱۲۵۰۰ مستقل ملازم ہیں۔ مگر ان کی ثلث تعداد ٹو سیکرٹ سروس میں کام کرتی ہے جو وہاں گندے کھیل کے شعبے کے نام سے مشہور ہے، یہ سیکرٹ سروس کے ایجنٹس تو ۱۹۴۹ء سے ۱۹۶۳ء تک کی مدت میں حکومت کے سرکاری شعبوں میں کام کرتے رہے یا جیسے سفارت خانے، بین الاقوامی ترقی کی ایجنسی اور امریکی اطلاعات کے دفاتر وغیرہ مگر جب اس کا بھانڈا پھوٹا ۱۹۶۷ء میں اس نے اپنا طریقہ کار بدل دیا۔ پھر C.I.A کے ایجنٹ پرائیوٹ کمپنیوں کے ماہرین کی آڑ میں کام کرنے لگے یا پھر مبشروں کی صفوں میں جیسا کہ [illegible] کا کہنا ہے۔

"سنٹرل انٹلی جنس کا سب سے اہم ہتھیار تقسیم زر ہے جو عہدوں کو خریدنے کے لئے بڑی مقدار میں خرچ کیا جاتا ہے کئی ملین ڈالر غیر ملکی سیاسی افراد، دیگر پادریوں اور راہبوں تک پر خرچ ہو جاتے ہیں۔"

یہی اخبار آگے چل کر کہتا ہے کہ:

"سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ C.I.A کے ایجنٹ اپنے سیکرٹ کاموں میں بڑے ماہر ہو گئے ہیں اس طرح پر کہ ہر ڈالر کا فرم ایبل سابقہ ڈالر سے دوگنا ہو گیا ہے۔ خلاف سیکرٹ ایجنٹوں نے چلی میں [illegible] ملین ڈالر کو [illegible] ملین ڈالر سے بلیک مارکیٹ کے ذریعے بدل لیا ہے۔"

امریکہ کے موجودہ صدر جیرالڈ فورڈ نے C.I.A کے واسطے سے امریکہ کے دوسرے ممالک میں دخل اندازی کا انکار نہیں کیا ہے اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا ہے:

"ایک دوسرے ملک بھی ان سرگرمیوں کو انجام دے رہا ہے اور ہم بھی اسے انجام دے رہے ہیں۔"

وہ غیر سرکاری کارروائی جو امریکہ میں بین الاقوامی امور خارجہ حضرات میں سے ایک ہیں نے مسٹر فورڈ کے اس بیان پر یہ تبصرہ کیا ہے:

"امریکہ کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ صدر امریکہ نے صراحت سے اعتراف کیا ہے کہ امریکہ C.I.A کی رو سے اپنی سرگرمی انجام دے رہا ہے۔"

یہاں ان لوگوں کو ہٹانے یا قوت کی جگہ سے ہٹانے کے لئے جو ناپسندیدہ بات ہے، کبھی خونی اور کبھی غیر خونی انقلاب کے ذریعے قتل کر کے یا قید کر کے یا ملک بدر کر کے، واقعات کو غلط طرح بیان کر کے، ہڑتال اور فساد کر کے، اطلاعات کے وسائل پر قبضہ کر کے، اور اسی طرح کے گندے حربے استعمال کر کے اور سرکاری دستاویزات کو بدل کر کے یہ کارنامے انجام دئے جاتے ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ فی الحال C.I.A کے اول نمبر کے ذمہ دار ہنری کسنجر ہیں، مسٹر ہنری کسنجر [illegible] کا مشہور فن مولا ہیں۔ ایک سب سے بڑے عرب ملک کے سربراہ کے قول کے مطابق یعنی کسنجر فی الحال ۴۰ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کے صدر ہیں، ۴۰ افراد کی یہ کمیٹی C.I.A کے سکریٹریوں کی کمیٹی کے نام سے موسوم ہے، جو کارروائیوں کی اسکیم بناتی ہے، اس کمیٹی سے بہت کم لوگ واقف ہیں جو کچھ معلوم ہے وہ یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء میں چند خاص افراد کی ایک خاص ٹولی وجود میں آئی جن میں بعض وہائٹ ہاؤس کے مشیر کار تھے اور بعض وزارت خارجہ اور دفاع کے مشیر، تاکہ کمیٹی کی اسکیم کو نافذ کرنے سے قبل دیکھ لیں، اور ان ۴۰ افراد کی کمیٹی کو ۵ افراد میں سمیٹ دیا۔

۱۔ مسٹر ولیم کولبی ڈائرکٹر کمیٹی
۲۔ مسٹر کسنجر وزیر خارجہ اور وہ صدر بھی ہیں۔
۳۔ مسٹر سیسکو جنرل سکریٹری وزیر خارجہ بھی ہو رہے ہیں۔
۴۔ مسٹر ولیم کلیمنٹس نائب وزیر دفاع اور وزیر دفاع شلیزنگر نہیں رہے۔
۵۔ فضائیہ کے جنرل جارج براؤن

جارج براؤن جنرل چیف آف اسٹاف کمیٹی ہے ہو رہے ہیں۔ ان پانچ افراد پر مشتمل کمیٹی کے آخری ووٹ کسنجر کے حق میں ہیں۔ سابقہ ریکارڈ کی طرح اب کمیٹی منظم طور پر میٹنگ نہیں کرتی، اور اگر ہوتی ہیں تو ٹیلیفون اور آخری رائے کسنجر کی ہوتی ہے۔ کمیٹی اس وقت ہنری کسنجر ہے جیسا کہ اس کے ایک سابقہ ممبر کا کہنا ہے۔

جب سے دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تب سے آج تک اکثر مسلم ممالک سیاسی تنازعات کے علاوہ لامرکزیت، فوجی انقلابات، خونی حادثے، اور ظالم و جابر حکومتوں کے شکار رہے ہیں، اور امریکی سینٹرل انٹلی جنس ان اسباب و وسائل سے دور نہیں۔ جنہوں نے انہیں ان پریشانی کی حالت تک پہنچایا ہے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کے بالکل خیر خواہ نہیں ہے۔

مگر اسباب و قرائن اور واقعات کبھی ایسے اسباب کا پردہ اٹھاتے ہیں جو امریکہ سے خاص ہیں اور اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کم از کم مسلم ممالک جن مصائب سے دو چار ہوتے ہیں وہ خود ان کے پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ وہ دوسری طرح کی ایجنسیوں کا کرشمہ ہے جو اسلام کے ساتھ فریب کا کام کر رہی ہیں، اور ان کے اکثر ذمہ دار یہودی اور صلیبی اقوام کے لوگ ہیں، اور جب ہم جاکرتا، راولپنڈی، ڈھاکہ، طہران، انقرہ لاگوس، شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں جو بیسویں صدی کے آخر میں ظہور پذیر ہوئے ہیں تو منظم تخریب کاری کی خونی داستان، حقائق، سیاسی اور فوجی لحاظ سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے پریشان حال ملکوں کے ذکر میں کابل کو نہیں شمار کیا، اس لئے کہ کابل کا معاملہ مختلف ہے اس کو بھی جولائی ۱۹۷۳ء میں اسی قسم کے انقلاب سے دو چار ہونا پڑا، یہ بظاہر تو C.I.A کا کارنامہ نہ تھا بلکہ K.G.B. کا تھا یعنی روسی انٹلی جنس کا۔ تو کیا تمام فوجی انقلاب کے پیچھے دخل ہوتا ہے؟ تو جواب ہے کہ ہاں!

آپ کی خدمت میں مختصراً لکھتا ہوں کہ مسلم ممالک میں منظم تخریب کاری کا پردہ ان تمام قابل غور پہلوؤں کے ساتھ چاک ہو جائے جس کا نشانہ اسلام اور اس کے اہلیان ہیں، مقدمہ کے طور پر شاعر کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

من یھن یسھل الھوان علیہ
ما لجرح بمیت ایلام

اس لئے کہ جو شخص امریکیوں کے لئے اپنے آپ کو بیچ سکتا ہے اس کے لئے دوسروں کے واسطے فروخت ہونا بھی سہل ہوگا۔ مثال کے طور پر [illegible] کرتے ہیں کارکنوں کے درمیان اغراض و مقاصد یہ بات عام ہے کہ ان میں بہت سے کارکن ایسے بھی ہوتے ہیں جو [illegible] اس کے لئے کام کرتے ہیں، [illegible] کے شکار و خیالات اور

شرارِ بولہبی

ایک مثال۔ ایک مختصر جائزہ اور تعارف ایک مستشرق کی فریب کاری

از قلم
محمد ارشد اعظمی
فاضل مدرسۃ وصیۃ العلوم
الہ آباد

مستشرقین نے ہمیشہ ہی کوشش کی ہے کہ وہ اپنی تحقیقات کو جھوٹے اور پر فریب وسیلہ اختیار کیا ہے، چنانچہ آنحضور سرکار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور اسلامی تعلیمات کو خصوصیت سے موضوع بناتے ہیں اور نصوص و متون کی تحریف و تلبیس بھی بہت ہی چابک دستی سے کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک مستشرق اور اس کی فریب کاری کا ایک مختصر تعارف کرانا چاہتے ہیں۔ یہ ہیں ڈی۔ ایس۔ مارگولیس D.S. MARGOLIOUTH نسلاً انگریز اور انسائیکلوپیڈیا کے مرتب رہے ہیں، مصر و دمشق کی اکیڈمیوں کے ممبر اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی زبان کے پروفیسر رہے ہیں۔ ان کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:

۱۔ التطورات المبکرۃ فی الاسلام ۱۹۱۳ء
۲۔ الجامعۃ الاسلامیۃ ۱۹۱۲ء
۳۔ محمد و مطلع الاسلام ۱۹۰۵ء

مایۂ ناز محقق مورخ علامہ شبلی نعمانیؒ مارگولیس کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

"مارگولیوس نے مسند امام حنبلؒ کی ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور یہ دعویٰ بے خوف کر سکتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں کسی مسلمان کو بھی اس وسعت میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ لیکن پروفیسر موصوف نے آنحضرتؐ کی سوانح عمری پر جو کتاب ۱۹۰۵ء میں لکھی ہے دنیا کی تاریخ میں اس سے زیادہ کوئی کتاب کذب و افتراء اور تعصب و عناد کی مثال کے لئے پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس کا اگر کوئی کمال ہے تو یہ ہے کہ سادہ سے سادہ اور معمولی سے معمولی واقعہ کو جس میں برائی کا کوئی پہلو نہیں ہو سکتا صرف اپنی جادو نگاری کے زور سے بد منظر بنا دیتا ہے۔"

(سیرۃ النبی [illegible])

اور علامہ سید سلیمان ندویؒ بھی اسی مہر نشانی اور افترا پردازی کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پروفیسر مارگولیس کی کتاب "محمدؐ" سے زیادہ دنیا کی کوئی کتاب سیرت نبویؐ پر نہیں لکھی گئی اس میں ان لکھنے کے متعلق انتہائی سوءِ ظن پیدا کر سکتی کو بگاڑ کر دکھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔

(خطبات مدراس ص [illegible])

اس حقیقت کے واضح ہونے کے بعد موصوف کی دروغ بیانی اور حیرت انگیز فریب کاری کا ایک مختصر نمونہ علامہ شبلیؒ ہی کی زبان میں پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ علامہ نعمانیؒ پروفیسر مارگولیس کا ایک قول نقل فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرتؐ اور حضرت خدیجہؓ دونوں سونے سے پہلے ایک بت کی پرستش کیا کرتے تھے، جس کا نام عزیٰ تھا۔"

مصنف موصوف نے اس کی سند میں امام ابن حنبلؒ کی روایت (جلد ۴ صفحہ ۲۲۲) پیش کی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"حدثنی جار لخدیجۃ بنت خویلد انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول لخدیجۃ ای خدیجۃ واللہ لا اعبد اللات والعزی واللہ لا اعبد ابدا قال فتقول خدیجۃ خل اللات والعزی قال کانت صنمھم التی کانوا یعبدون ثم یضطجعون"

(حضرت خدیجہ بنت خویلد کے ایک ہمسایہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے خدیجہ! میں کبھی لات اور عزیٰ کی پرستش نہ کروں گا۔ خدیجہ کہتیں کہ چھوڑ دیجئے، عزیٰ کو جانے دیجئے یعنی اس کا ذکر بھی کیجئے؟ اس نے کہا کہ لات و عزیٰ وہ بت تھے جن کی پرستش اہل عرب سونے سے پہلے کیا کرتے تھے۔)

ایک معمولی عربی داں بھی سمجھ سکتا ہے کہ عبارت یہ ہے کہ "کانوا" کا فاعل ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ "اہل عرب لات و عزیٰ کی پرستش کیا کرتے تھے" نہ کہ آنحضرتؐ اور حضرت خدیجہؓ، لیکن [illegible] آنحضرتؐ کا سینہ [illegible] اس کے علاوہ خود اسی روایت میں لات و عزیٰ کی پرستش سے آنحضرتؐ کا سخت انکار مذکور ہے۔

(حاشیہ سیرت النبی ج ۱ ص [illegible])

(حالانکہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن اور شباب میں بھی جب کہ منصب پیغمبری سے ممتاز نہیں ہوئے تھے، مراسم شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے۔

(سیرۃ النبی [illegible])

اور یہ امر واقعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے بت پرستی کی برائی شروع کر دی تھی اور جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا ان کو اس بات سے منع فرماتے تھے۔

(سیرۃ النبی [illegible])

یہ ہے مارگولیس کی فریب کاری کا ایک مختصر نمونہ پیش کیا ہے ورنہ تو مسٹر کو اس میں کمال حاصل ہے اور اللہ کی رحمت ہو علامہ شبلی نعمانیؒ پر کہ آپ نے سیرت النبی میں مارگولیس کی افترا پردازی اور دروغ بیانی اور فریب کاری کا پردہ خوب چاک کیا ہے اور تار پود بکھیر دیا ہے۔ یہ مستشرقین اسلام دشمنی اور اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے میں [illegible] ہیں اور ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب پروفیسر فلسفہ عثمانیہ حیدرآباد کا یہ جملہ بہت ہی گہرا اور مبنی بر حقیقت ہے جو نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ:

"یہ مستشرقین اور مستغربین دین حق کی شمع کو گل کر دینا چاہتے ہیں، ان کی مہم کا خاص نشانہ یہ ہے کہ اسلام کو ایک غیر مسلم اور غیر مستحسن نظریہ ثابت کریں جس کی من مانی تشریح و تعبیر کی جا سکے جس میں آزادی و بے قید نفس کی پرورش کے لئے جگہ نکل سکے۔"

(تقریظ تفہیم المسلم)

لیکن چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی کی ستیزہ کاری اور اہل شرک و اہل باطل کی تاریکی اسلام کے روشن چراغ کو ماند نہیں کر سکتی ہے، ورنہ تو اس کی تاریخی اور نورانی افشانی میں فرق آ سکتا ہے، اسلام اور ملت بیضا کا روشن آفتاب پہلے بھی چمکا اور عہد میں بھی چمکا اور چمک رہا ہے اور قیامت تک انشاء اللہ چمکتا رہے گا۔ آخر اللہ جل جلالہٗ نے علامہ شبلی نعمانیؒ کے قلم اعجاز رقم سے اس حقیقت کو واضح کرایا اور بتلایا کہ ان باطل کے پرستاروں کی "تقدیری" کلام پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔"

(پ ۲۸ ع ۹)

اس کی جامع ترین تفسیر حضرت مولانا عبدالحق حقانیؒ کی اثر انگیز زبان سے سن لیجئے کہ:

اللہ نے جو دنیا کو (بیہودہ تعطل) تاریکی میں سرگردانی سے نجات دینے کے لئے ایک چراغ ہدایت روشن کیا تو اس کو پھونک مار کر بجھانا چاہتے ہیں، اپنے منہ کی بیہودہ باتوں اور لغو اعتراضات سے پیش آتے ہیں، پر کیا ہوتا ہے اللہ تو اپنے نور کو پھیلا ہی کر رہے گا گو وہ اس کو نہ چاہیں، دیکھو اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ سب ملتوں اور مذاہب پر [illegible] آدم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو تھام لے سو وہ دین حق کو غالب کر کے رہے گا، چنانچہ صحابہ کرامؓ کے عہد میں ایسا ہو چکا یعنی مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ عہد مہدیؑ میں پھر پھیلے گا۔

(تفسیر حقانی)

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

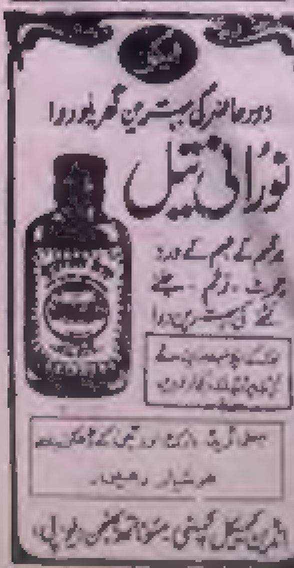

روضۃ العلوم

مالابار کا ایک عظیم اسلامی ادارہ

از ـ ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی ، صدر شعبۂ عربی کالی کٹ یونیورسٹی ۔ کیرالہ

روضۃ العلوم مالابار کا ایک عظیم اسلامی ادارہ ہے جس کے تحت کئی کالج چل رہے ہیں۔ چونکہ اس دیار میں مسلمانوں میں تعلیم بہت کم تھی اور جو عربی تعلیم دینے والے ادارے تھے وہ بھی نہایت قدیم اور فرسودہ طرز تعلیم پر قائم تھے۔ اس ضرورت کا احساس کر کے مولانا ابوالصباح احمد علی نے علماء اور اہل علم کی ایک کمیٹی بنائی جس کا نام روضۃ العلوم رکھا۔ اس کمیٹی نے سب سے پہلے ایک عربی درسگاہ روضۃ العلوم کے نام سے ۱۹۴۲ء میں قائم کی۔ اس کے لئے اس نے کالی کٹ شہر سے متصل "فاروق" علاقہ میں ایک وسیع قطعہ آراضی خرید کر وہاں یہ عربی دارالعلوم قائم کیا۔ کیرالہ میں یہ پہلا بڑا اور جدید طرز کا دارالعلوم ہے جس میں دو سو سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ دس اساتذہ میں بعض اساتذہ الباقیات الصالحات اور بعض مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ اس احاطہ میں متعدد ذیلی درسگاہیں قائم ہیں۔

۲۔ فاروق کالج: یہ مسلمانوں کا عظیم الشان کالج ہے جس میں ایم ۔ اے ، ایم ایس ۔ سی تک تمام مضامین میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہے۔

۳۔ فاروق ٹریننگ کالج: طلبہ بی ۔ ایڈ کی ڈگری حاصل کرتے ہیں۔

۴۔ مدرسہ ثانوی فاروق ، اس میں زیر تعلیم طلباء انگریزی کا بھی انتظام ہے۔

۵۔ فاروق مدرسہ ابتدائیہ ، اس میں بھی عربی کا انتظام ہے۔

چونکہ فاروق کالج میں طلباء کی تعداد ڈیڑھ ہزار ہے اور ایم ۔ اے ، ایم ۔ ایس سی تک اعلیٰ تعلیم کا نظم ہے لہٰذا باقی ادارے اس احاطہ میں دب کر رہ گئے ہیں۔ روضۃ العلوم اگرچہ پہلے قائم ہوا مگر خالص عربی ہونے کے باعث اصل اہمیت فاروق کالج نے حاصل کر لی۔ کسی دوسرے موقع پر اس ادارے پر مفصل لکھوں گا۔

روضۃ العلوم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ذریعہ تعلیم صرف عربی ہے۔ تمام سوالات امتحان میں عربی میں آتے ہیں اور ان کے جوابات بھی عربی میں دیے جاتے ہیں۔ طلبہ عربی تحریر و تقریر کی اچھی صلاحیت پیدا کر لیتے ہیں۔

روضۃ العلوم کی تاسیس کے موقع پر اس کے مقاصد کی تشریح اصحاب حل و عقد نے اس طرح کی ہے :۔

۱۔ ایسے علماء تیار کئے جائیں جو شریعت اسلامیہ کی حفاظت و حمایت کریں اور اسلام کی خدمت کو مقصد حیات بنائیں۔

۲۔ شرک ، بدعت اور خرافات کا قلع قمع کریں۔

۳۔ اسلامی تہذیب کی اشاعت کی جائے۔

۴۔ عربی زبان میں تحریر و تقریر کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

بلاشبہ اس ادارہ نے اپنے مقاصد میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور اس کے تعلیم یافتہ علماء اس دیار میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کی ڈگری افضل العلماء کو مدینہ یونیورسٹی اور الازہر یونیورسٹی دونوں تسلیم کرتی ہیں اور ہر سال طلبہ یہاں سے ان یونیورسٹیوں میں داخلہ کے لئے جاتے ہیں۔

طلبہ ہر ہفتہ ایک جلسہ منعقد کرتے ہیں جس میں تقریر و تحریر کی مشق کرائی جاتی ہے۔ بعض طلبہ اپنے اشعار بھی پیش کرتے ہیں۔ روضۃ العلوم کے پروگرام میں ایک عربی ماہنامہ کا اجراء بھی شامل ہے جو ابھی تک عمل میں نہیں آ سکا۔

اس عربی درسگاہ میں ایک کتب خانہ بھی ہے جو نہایت عظیم الشان ہے۔ یہاں عربی ادب کی تمام عمدہ و ضروری کتابیں موجود ہیں۔ البتہ یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہاں کیرالہ میں کسی عربی کتب خانہ میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ کتابیں موجود نہیں ـــــ روضۃ العلوم میں تو غالباً دو ہزار کتابیں ہیں اگرچہ اکثر منتخب اور کارآمد کتابیں ہیں۔ روضۃ العلوم میں جو کتابیں موجود ہیں گو ان میں کچھ فارسی اور خاصی تعداد میں اردو کتابیں بھی شامل ہیں۔ روضۃ العلوم میں عربی ادب پر کتابیں زیادہ ہیں مگر مدینۃ العلوم میں علوم اسلامیہ سے متعلق کتابوں کی تعداد زیادہ ہیں۔

مدرسہ میں پہلے دو برس ابتدائی علوم اور گرامر کی تعلیم ہوتی ہے پھر دو برس افضل العلماء سال اول اور اس کے بعد افضل العلماء سال آخر میں دو برس صرف ہوتے ہیں اس طرح کل مدت ۶ برس کی ہے پرائمری تعلیم کے بعد۔ بظاہر یہ مدت دیوبند یا ندوہ کے نصاب سے کم ہے کیونکہ وہاں پرائمری کے بعد ۹ برس صرف کرنے پڑتے ہیں۔

مدرسہ میں اچھا عربی کا ماحول ہے نماز روزہ کی پابندی کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور طلبہ کی جسمانی و ذہنی تربیت پر زور دیا جاتا ہے۔

محترم ابوبکر صاحب پرنسپل یا مہتمم روضۃ العلوم نے گزشتہ دنوں مجھے مدرسہ کی سالانہ تقریب میں یاد فرمایا جلسہ کی ساری کارروائی عربی میں ہوئی جب جلسہ گاہ میں پہونچا تو دیکھا کہ ہر میز پر کوئی چیز ڈھکی رکھی ہے خیال ہوا کہ یہ ناشتہ کا سامان ہوگا۔ لیکن جب پرنسپل صاحب نے کھانے کے لئے کہا اور خوبصورت کاغذوں سے ڈھکا ہوا پیڑول کھولا تو علاقہ کی بریانی اور دوسری اشیائے خوردنی برآمد ہوئیں۔ کھانے کے بعد پھر جلسہ شروع ہوا۔ عربی کے ریکارڈ بھی بجائے گئے۔ غرض ایک ایسا ماحول نظر آیا جس کی نظیر خال خال ہی ملتی ہے۔

دو طالب علم ملیشیا کے بھی تھے ایک کو قرأت میں انعام ملا تھا۔ یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ مدرسہ خاص رقم طلبہ کو انعامات تقسیم کرنے میں صرف کرتا ہے۔

رانا ٹرانسپورٹ کمپنی

۲۱۔ ذکریا اسٹریٹ کلکتہ ۷۳

فون نمبر
۳۳۴۴۴۵
۳۴۴۰۴۱

اترپردیش ، مدھیہ پردیش ، دہلی ، بمبئی

مدراس ، الہ آباد ، لکھنؤ ، کانپور ، سٹنا ، جبلپور ، الہ آباد

پروپرائٹرز : شیخ فرزند علی رانا برادرس

ایک عظیم داعی

محمد یسین کوثر ندوی

۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو اس صدی کے ایک عظیم داعی حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ ان کی یاد کو تازہ کرنے اور ان کی دینی خدمت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ مختصر مضمون پیش ہے۔

دنیا میں کتنے انسان پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں لیکن بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی، ان ہی شخصیتوں میں حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ تھے۔

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

حضرت جیؒ کی شخصیت ہر طرح سے ایک جامع شخصیت تھی۔ آپ کا زہد و تقویٰ مثالی تھا اور ایمان و یقین قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح تھا۔ مولانا بیک وقت مدرس، محدث، مصنف، داعی اور خطیب سب ہی کچھ تھے۔

لیس علی اللہ بمستنکر
أن یجمع العالم فی واحد

مولانا کی دینی و علمی خدمات بے شمار ہیں۔ ایک طرف دینی دعوت و تبلیغ میں عزیز زندگی اور قیمتی وقت قربان کیا تو دوسری طرف حیاۃ الصحابہ اور امانی الاحبار جیسی بہترین دینی و علمی کتابیں لکھ کر بیش بہا خدمات انجام دیں۔ آئندہ سطور میں ہم آپ کی زندگی کی چند جھلکیاں پیش کر رہے ہیں۔

ولادت باسعادت اور بچپن:

آپ کی ولادت باسعادت ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء کو ہوئی [illegible] آپ کا نام محمد یوسف رکھا گیا۔ آپ کا وطن کاندھلہ ضلع مظفر نگر ہے۔ آپ کی والدہ [illegible] ایک صالح بزرگ [illegible] صاحب کی صاحبزادی تھیں، وہ انتہائی نیک دل خاتون تھیں، انہوں نے ابتدا ہی سے آپ کی تربیت فرمائی [illegible] آپ کی ہر نقل و حرکت [illegible] حضرت جی کے والد حضرت مولانا محمد الیاسؒ [illegible] کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی [illegible] آپ ایک عظیم شخصیت بن کر [illegible]

آپ کے خاندان میں دیگر بزرگ بھی تھے جن کی شفقتیں آئے دن آپ پر ہوا کرتی تھیں۔ بچپن حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کی سایۂ عاطفت میں گذرا۔ علاوہ ازیں آپ کا خاندانی ماحول خالص علمی و مذہبی تھا۔ مرد تو مرد عورتیں بھی علوم نبوت کی عامل اور سنت نبویہ کی دلدادہ تھیں۔ ہر طرف اسلام، علم اور ذکر کا چرچا تھا۔ علماء و فضلاء کی کثرت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بچپن ہی میں حفظ قرآن سے فراغت حاصل کر لی۔

این سلسلۂ طلائے ناب است
این خانہ تمام آفتاب است

اس تربیت نیک اور ماحول صالح کا اثر تھا کہ حضرت جیؒ لہو و لعب اور آوارہ گردی سے بچپنا ہی میں نفرت کرنے لگے تھے۔ آپ کا بچپن عام لڑکوں کی طرح نہ تھا۔ بچپن ہی سے فضول کاموں سے نفرت کرتے تھے۔ اپنا زیادہ وقت پڑھنے اور دوسرے مفید کاموں میں صرف کیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک ہم سبق اور بچپن کے ساتھی مولانا محمد ادریس انصاری کہتے ہیں کہ "تین سال تک میں حضرت جیؒ کے قریب ترین ساتھیوں میں رہا، اس عرصہ میں میں نے حضرت جیؒ کو راستوں میں گھومتے ہوئے یا بازاروں کے چبوترہ وغیرہ پر بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا [illegible] مدرسہ کے بعد [illegible] بزرگوں کی خدمت ان کے مشاغل تھے۔"

(سوانح یوسفی)

ابتدائی اور متوسطات کی تعلیم:

حضرت جیؒ ابھی کم سن ہی تھے کہ اپنے والد حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے پاس بستی نظام الدین دہلی میں حافظ امام خاں میواتی سے حفظ قرآن مکمل کیا [illegible] ان ہی دنوں قاری معین الدین صاحب کے پاس فن تجوید و قرأت [illegible]۔ آپ کی ابتدائی تعلیم میں مولانا [illegible] صاحب اور حافظ مقبول حسن گنگوہی نے بھی حصہ لیا۔ آپ نے ابتدائی عربی کتب میزان منشعب، صرف میر وغیرہ اپنے شفیق والد حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے پڑھیں، بیچ بیچ میں کسی اور استاد نے پڑھائی۔ حج کے بعد دوبارہ اپنے والد اور استاذ محترم مولانا محمد الیاسؒ سے پڑھنا شروع کیا۔ اسی وقت مولانا [illegible] نے نحو میر، قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد، مجموعہ چہل حدیث وغیرہ کتب پڑھائیں۔ [illegible] میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ مظاہر العلوم میں ہدایہ اولین، میبذی وغیرہ پڑھیں۔ ہدایہ اولین مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی گنگوہی نے اور میبذی مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی نے پڑھائی۔ کچھ دنوں بعد آپ نظام الدین واپس لوٹ گئے اور تعلیم جاری رکھتے ہوئے مشکوٰۃ شریف والد محترم مولانا محمد الیاسؒ سے اور جلالین مولانا احتشام الحسن کاندھلوی سے پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم:

[illegible] میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے دوبارہ آپ کو مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل کر دیا۔ مظاہر العلوم میں حضرت جیؒ نے حدیث کی اعلیٰ کتب بخاری شریف وغیرہ پڑھیں۔ صحیح بخاری حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ سے، صحیح مسلم حضرت مولانا منظور احمد خاں سے، جامع ترمذی مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری سے اور سنن ابوداؤد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے پڑھیں۔

دوران تعلیم آپ کسی سخت بیماری سے دوچار ہوئے اور ابھی تعلیمی سال ختم نہ ہوا تھا کہ [illegible] واپس آ گئے۔ آپ نے طحاوی اور مستدرک حاکم کاشف العلوم میں اپنے والد محترم سے پڑھیں اور صحاح ستہ کی تکمیل بھی اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاسؒ ہی سے کی۔

حضرت جیؒ کا علمی مشغلہ:

حضرت جیؒ کو بچپن ہی سے علم حدیث کا شوق تھا۔ علم کا یہ عالم تھا کہ کم سنی ہی میں تاریخ اسلام، صحابہ کرام اور اسلامی کتب کا مطالعہ کرتے تھے جن میں صحابہ کرام کے حالات، ان کے جنگی کارنامے اور جہاد فی سبیل اللہ کا تذکرہ ہوتا۔ ہر وقت آپ کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی کتاب ضرور ہوتی [illegible] کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ اپنی عزیز [illegible] قربان کر دیتے اور مطالعہ [illegible] بچپن کے ساتھی [illegible] صاحب کہتے ہیں کہ [illegible] اوقات [illegible] بیٹھے

حضرت جیؒ کا اصلی کارنامہ:

حضرت جیؒ جامع کمالات تھے۔ آپ بیک وقت متبحر عالم، زبردست فقیہ، عظیم محدث اور [illegible] مصنف تھے، لیکن آپ کا اصلی کارنامہ اور ناقابل فراموش خدمت دعوت ہے۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بس دعوت ہی کی فکر رہتی۔ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعوت ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ دعوت کے علاوہ کسی بھی موضوع پر گفتگو نہ فرماتے۔ شب و روز تبلیغی امور ہی میں مشغول رہتے۔ دن رات میں چار پانچ گھنٹے آرام فرماتے، جماعتوں کی تشکیل میں مصروف رہتے اور کبھی وعظ و نصیحت فرماتے رہتے تو کبھی دعا و استغفار میں مشغول رہتے۔ دنیائے انسانیت اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت جیؒ کی انتھک کوششوں ہی کا ثمرہ ہے کہ تبلیغی کام جو چند علاقوں تک محدود تھا دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے چپہ چپہ میں پھیل گیا۔

مغربی ممالک جن کی دین سے دوری اور خدا بیزاری مشہور ہے انہوں نے بھی اس دینی دعوت پر لبیک کہا اور اس میں اتنی دلچسپی لی کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ حضرت جیؒ کی تڑپ، لگن اور جد و جہد ہی کا نتیجہ ہے کہ اس کام کی برکت سے ہزاروں افراد جن کے راہ راست پر آنے کی بظاہر کوئی صورت نہیں تھی وہ ایسے صالح بنے کہ پھر انہوں نے برائیوں کا رخ بھی نہیں کیا۔ حضرت جیؒ کے اس عظیم الشان کارنامہ کے لئے ہزاروں صفحات بھی سیاہ کر دئے جائیں تب بھی اس کا حق ادا نہ ہوگا۔

ہم صرف عالم اسلام کی عظیم شخصیت مولانا علی میاں مدظلہ کی رائے پیش کرتے ہیں جس سے حضرت جیؒ کے اس عظیم کارنامے پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:

"راقم سطور کو اپنی بے بضاعتی اور تہی دستی کا پورا احساس ہے لیکن یہ ایک تقدیری بات ہے کہ اس کو ممالک اسلامیہ کی سیاحت اور عالم اسلام سے واقفیت کے ایسے ذرائع اور مواقع میسر آئے [illegible] دنیائے اسلام اور بالخصوص ممالک عربیہ کے دینی حلقوں اور روحانی مرکزوں کو بہت قریب سے دیکھنے اور برتنے کا اتفاق ہوا [illegible] کوئی تحریک اور عظیم شخصیت [illegible] سعادت حاصل کرنے کی سعادت [illegible] اس وسیع واقفیت کی بنا پر [illegible] ہے کہ ایمان و یقین کی دعوت، دعوت کے شغف و [illegible] وقت میں اس کا [illegible]

ایک وفا شعار خاتون

قصرِ امارت سے حریمِ خلافت تک

تحریر: علی طنطاوی
ترجمانی: راشدہ الحبیب مدیرۃ الاصلاح

جمعہ کا دن ہے سنہ ۹۹ھ ماہ صفر کی ۱۰ تاریخ ہے، دمشق شہر خوشنما بنا ہوا ہے، سڑکیں دھلی ہوئی ہیں، شہر کے تمام گنبد جیسے تمام مینارے سونے سونے نظر آرہے ہیں گویا کہ آج قصرِ خلافت کے اردگرد بے شمار انسانوں کا جم غفیر ہے، آدمیوں کا سیلاب ہے، راستے گلیاں اور دروازے سب ہجوم سے بھرے ہوئے ہیں، ان میں سبھی ہیں، شہر کے امراء و رؤساء، کھاتے پیتے لوگ، نواب زادے، حکومت کے اعوان و انصار، مشیرانِ خاص اور سربرآوردہ حضرات تشریف فرما ہیں۔ یہ تابناک چہرے سراپا انتظار کی گھڑیاں گن رہے ہیں اور کچھ خوف و ہراس بھی چہرے پر نمایاں ہے اور کیوں نہ ہو امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک کے مرض میں اضافہ ہو رہا ہے اور پورے شہر میں یہ منحوس خبر پھیل گئی ہے کہ امیر المومنین کا دم آخری ہے لوگ سراسیمہ ہیں اور مشیرِ خاص رجاء بن حیوہ تنہا امیر المومنین کے پاس بیٹھا ہے۔

حرم کے پاس محل کے اندر خاندانِ بنی امیہ کی بیگمات خبروں کا انتظار کر رہی ہیں۔ یزید، ہشام، مسلمہ اور خلیفہ کے جانشینوں کی بیویاں اگلی صفوں میں جلوہ افروز ہیں، ان کے دلوں میں خیالات کا ایک تلاطم برپا ہے، طرح طرح کی تمنائیں کروٹیں لے رہی ہیں اور ہر دل یہ مژدۂ جانفزا سننے کے لئے بے قرار ہے کہ اس کا عاشق شوہر امیر المومنین کے بعد تاجِ خلافت سے سرفراز ہوگا اور مال و دولت، جاہ و اقتدار سے نہال ہوگا وہ عورتیں بظاہر امیر المومنین کی بیماری پر رنج و غم اور خوف و ہراس کا اظہار کر رہی تھیں لیکن اصلاً ہر ایک ان کی مسرت کی خواہشمند تھی تاکہ اس کا شوہر منصبِ خلافت کے لئے منتخب ہو۔

محل کے ایک کنارے ایک حسین و خوبصورت عورت بیٹھی تھی، بڑے بیش قیمت اور زرق برق لباس میں ملبوس تھی اس پر وقار و متانت اور اطمینان و سکون کی کیفیت تھی جیسے اس کے دل میں نہ کوئی ارمان ہو، نہ کسی قسم کا خوف و دہشت ہو، نہ دولت و ثروت کی ضرورت ہو اور شہرت و عزت سے بھی بالکل بے نیاز۔

اور واقعی وہ دنیا کی ہر شے سے بے نیاز تھی اس لئے کہ اسے تمام چیزیں حاصل تھیں، اس کے پاس حسن و جمال تھا جو انسانی زندگی کی گراں مایہ دولت ہے، اس کے پاس حسن اخلاق و سیرت بھی تھا جو انسانیت کا طرۂ امتیاز ہے، مجد و شرف کے بلند مقام پر بھی فائز تھی، صالح شوہر بھی میسر تھا، اس کی زندگی بھی بڑے عیش و عشرت میں گذر رہی تھی قصرِ شاہی کے اندر خلافت کے گہوارے میں پلی تھی، عز و حشمت اور ناز و ادا میں ڈھلی ہوئی، غم اور رنج و فکر سے آزاد اور فریاد و ماتم سے بہت دور تھی، اس کی زندگی گلستانِ عیش و سرور تھی، اس کا دل رونقِ حیات تھا۔ آپ سمجھے وہ کون کی صاحبزادی تھیں اور ان کے باپ کی سلطنت مغرب اقصیٰ اور افغانستان کے درمیان کتنے طول و عرض میں تھی!

ان کا باپ تمام ملکوں کا تنہا مالک تھا اور انہیں کے اشارۂ چشم پر پورا انتظامِ حکومت چل رہا تھا۔

یہ فاطمہ بنت عبدالملک — خلیفہ کی صاحبزادی خلفاء کی بہن حرم کی جانب خاندان بنی امیہ کے شہزادوں کی نگاہِ انتخاب تھی۔ لیکن ان کے والد نے انہیں ایک ایسے شخص کے حبالۂ عقد میں دیا، جس کی شرافت و عزت کا شہرہ عام تھا، جس کے اندر خاندانِ اموی کے بہترین اوصاف و کمالات جمع تھے، جس میں حضرت عمرؓ کا تقویٰ غالب تھا، یعنی نوجوان عمر بن عبدالعزیز۔

فاطمہ ایک قصر سے دوسرے قصر میں منتقل ہو گئیں، اس کی بہترین زندگی بدل کر اس سے بہتر زندگی میں تبدیل ہو گئی، اس کے عیش و تنعم میں افزونی ہی ہوتی گئی۔

فاطمہ مجلس کے ایک گوشہ میں بیٹھی تھی، اس پر ثبات اتنا نمایاں تھا، اس کا سینہ ملتہب روزگار سے بالکل خالی تھا، اس کے دل میں کوئی امید تھی اور نہ کسی امیر کے پورے ہونے کی خواہش بالکل بے فکر، اچانک ایوانِ خلافت دو طرح کی آوازوں سے گونج اٹھا ایک آواز جس میں امیر المومنین کی خبرِ وفات سے درد و الم فریاد و ماتم، نالہ و شیون، شور و فغاں تھا اور دوسری آواز جس میں نئے خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز کے انتخاب کا اعلان تھا، کچھ لوگوں کے لئے نالہ و زاری اور حسرت و یاس اور کچھ لوگوں کے لئے مسرت و شادمانی اور بشاشت، خوش خبری تھی اور ایک بجلی پر خوف و دہشت طاری تھا۔

فاطمہ ایک لمحہ میں کچھ سے کچھ ہو گئی، پہلے وہ ایک گوشہ میں تمام دنیاوی لذات سے شانِ بے نیازی کے ساتھ بیٹھی بیگمات کی تماشہ کا اندازہ کر رہی تھی اور کوئی عورت اس کی طرف نگاہ بھی اٹھا کر نہ دیکھتی تھی، یکایک اسکی کتابِ زندگی کا شاندار ورق الٹ دیا گیا، قضا نے اس کی تقدیر کی کایا پلٹ دی، اچانک ایک گوشہ نشینی سے منتقل ہو کر نظر عام پر آگئی، تمام بیگمات کی نگاہوں کا مرکز ہو گئی، تمام دلوں کا مرجع بن گئی اور خلفاء و حکام کی بیویوں نے خلیفہ کی بیوی فاطمہ کو میرِ کارواں بنا لیا، سب صف بستہ اس کا دامن پکڑے گنگناتی چلنے لگیں اور جب وہ قصرِ خلافت میں داخل ہوئی تو وہ سب بھی اس کی قیادت میں داخل ہوئیں۔

اور جب فاطمہ اپنے محل میں پہنچی تو پورا قصر مسرت و خوشی سے ناچ اٹھا اور وہ نئے خلیفہ کی آمد کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہا تھا، فاطمہ بھی اپنے شاندار روشن مستقبل پر نگاہ دوڑا رہی تھی جب کہ اس کا دل اک حیا آمیز آرزو مند تھا اور وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ اس کا مستقبل اس سے زیادہ تابناک اور اس کے حق میں باعث خیر و برکت ہوگا۔ اسے وہ دن یاد آنے لگا جب وہ اپنے والد امیر المومنین عبدالملک کے قصر سے منتقل ہو کر اپنے شوہر امیر عمر کے قصر میں آئی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز خاندانِ اموی میں سب سے زیادہ مالدار و خوش حال تھے اور ناز و نعم کے پروردہ، ان کی پرورش عیش و عشرت پر ہوئی تھی، بڑے ٹھاٹ باٹ اور ٹیپ ٹاپ میں رہتے، جو پوشاک زیب تن کرتے اسکی قیمت بالغرض دوسرے سے زیادہ ہوتی، جو عطر لگاتے وہ صرف ان کے لئے ہندوستان سے لایا جاتا اور جب کسی طرف سے گزرتے تو گلی گلی کوچہ کوچہ خوشبو سے مہک اٹھتا اور ہر وہ شخص جان جاتا جس نے بھی ان کے متعلق لوگوں کی زبانوں سے کبھی سنا تھا خاندان کے اشراف اور عالی نسب لوگ اپنے کپڑے دھوبی کو دیتے وقت یہ فرمائش کرتے کہ ان کے کپڑے عمر کے کپڑوں میں ملا کر دھوئے جائیں تاکہ عطر کی خوشبو ان کے کپڑوں میں سرایت کر جائے، ان کی رفتار کا انداز بھی بڑا دلکش ہوتا جسے "العمریۃ" کہا جاتا تھا جب چلتے تو خرامِ یار بھی شرما جاتی اور حسن و ادا والے بھی اسے سیکھنے کی کوشش کرتے۔ پوشاک اس قدر اشراف کے مطابق بہت لمبا ہوتا اور لٹکتا رہتا اکثر ایسا ہوتا کہ کپڑا جوتے میں داخل ہو جاتا اسے زور سے کھینچتے اور پھٹ جاتا لیکن درست کرنے کے لئے جھک نہیں سکتے تھے اگرچہ ہر کپڑا بیش قیمتی اور ایک ہزار درہم سے زیادہ کا ہوتا کندھے سے چادر گر جاتی تو اٹھانے کی زحمت نہ گوارا کرتے یہاں تک کہ کوئی شخص اٹھا دیتا۔

فاطمہ کے ذہن میں یہ تمام خیالات گھوم رہے تھے رقصاں تھے ان کی شاندار زندگی اسکے سامنے تھی جب کہ ان کا ایک اشارہ بھی اس کے لئے حکم کی حیثیت رکھتا تھا اور فاطمہ کی معمولی سے معمولی خواہش کا پورا کرنا بھی انکے نزدیک ضروری تھا۔

نئے خلیفہ کے متعلق ایوانِ خلافت میں عجیب و غریب خبریں گشت کرنے لگیں، ایک خادم تیزی سے محل میں داخل ہو کر کہنے لگا میں خبر دیتا ہوں کہ خلیفۃ المسلمین نے خلافت کی تمام سواریاں مسترد کر دیں اور بادشاہوں کے پیچھے جو جلوس نکلتے تھے اس سے پرہیز کرکے اپنی ناقہ سواری اختیار کی۔ دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے کہ خلیفہ نے بیعت کے لئے جلسے منعقد کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے اس لئے کہ بیعت اسلام کے نزدیک انتخاب کا سب سے بہترین طریقہ ہے۔

فاطمہ یہ عجیب خبریں سنتی ہے لیکن اس کا دل تصدیق نہیں کرتا اس لئے کہ وہ اپنے شوہر کی زندگی سے بخوبی واقف تھی جس کے سامنے دنیا اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ دست بستہ کھڑی تھی اور اس کی نعمتیں اور لذتیں اس کی قدم بوسی کر رہی تھیں ایسا شخص کیسے دنیا کو پائے استغنا سے ٹھکرا دے گا۔

خلیفہ اپنے محل میں لوٹے لیکن اب ان کی زندگی ایک نئے ڈھانچے میں تبدیل ہو گئی تھی اب وہ عمر وہ نہیں رہ گئے تھے بلکہ زاہد و متقی بن گئے تھے، اب وہ شہزادے نہ تھے بلکہ خلافتِ راشدہ اور سلف صالحین کی جیتی جاگتی تصویر تھے، انہوں نے بیعت تو کر لی لیکن رفتہ رفتہ خلیفہ کا مستقبل تاریک دکھائی دینے لگا۔

فاطمہ نے یہ تو سمجھ لیا تو اسے ایسا لگا کہ چند دنوں میں ہی اس کی خیالی زندگی کی اس قلعہ میں تین حد تک کا ... نمایاں

Regd. No. LW/NP56 FORTNIGHTLY Phone: 22948

TAMEER-E-HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow (India)

آئیڈیالوجی کے۔ [illegible] سے

یہ تو کارکردگی کی بات ہوئی، دوسری بات اس معاملے کی یہ ہے کہ مارکس ازم ماسکو میں تو بڑا تو خود بخت رہا ہے۔ امپیریلزم نے تو اسی کی خارجہ پالیسی پر بھروسہ کیا ہے اس لئے حالات کو کرنے کے لئے چند مقام کو ترجیح دی ہے، اور جو کچھ نتیجہ دنیا کے ممالک میں کمیونزم چھیلا رہا ہے اور قوموں کو جس شکست کا منہ دکھائی ہے۔

اس طرح ہم کمیونزم کی پروپیگنڈہ مشین سے سمجھ لیتے کہ قومی انقلابات سرمایہ داروں اور قدامت پسند وں کے سبب ہی ہو رہا ہے [illegible] کی سلطنت [illegible] ہم سمجھتے ہیں کہ مسلم ممالک میں فوجی انقلاب برقی رفتار انقلاب ہے، اور کمیونزم [illegible] کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ نتیجہ اس کے ترقی یافتہ روس کی شکل میں کمیونزم انقلاب کے بعد میں [illegible] روس نے ایشیا کی [illegible] کو [illegible] نے خود کو [illegible] کے ساتھ ان ممالک کی توسیع کی جانے کے امریکی خارجہ پالیسی کے راستے حل و عقدہ [illegible] طریقے سے انجام دیا تھا مگر انہی اسباب کی بنا پر

یہی مالدار ممالک کو حلق کی گرہ اور وہاں اپنے قدم جمانا تاکہ یہ سیاسی لاتوں کی جھگڑے میں شطرنج کے مہرے بنے ممالک ایک ہاتھ میں رہیں۔

روس اپنی جگہ سے اس وقت بیدار ہوا جب انہوں نے اس عجیب و غریب مارکس کا اکتشاف کر کے [illegible] جو خالص قوموں میں تھا [illegible] کے قول کے مطابق وہ اپنی قوت [illegible] کی بنا پر کمیونسٹ انقلاب کا منصوبہ بن جاتا ہے، کوئی تحت عزیزیات نہیں [illegible] کا شیوہ ہے۔ اس لئے کہ اس کا مقصد [illegible] کر چکا ہے۔ جیسا کہ [illegible] اپنا قدم [illegible] جانا ہے اور اپنا قبضہ جمانا ہے۔ [illegible] کمیونسٹ [illegible] کے ذریعے بھی [illegible] حاصل نہیں کر پاتا۔ [illegible] ہو جانے کے [illegible] انقلاب کی وادی اور قومی مفاد سے کچھ نہیں [illegible]۔

اس طرح [illegible] میں روس نے [illegible] افغانستان پر [illegible] کیا [illegible] افغانستان کی [illegible]

بلاں کی کوئی قیمت نہیں اور اخبار استعمار پیروی نے [illegible] کا [illegible] کے تناظر میں مکمل شائع کیا ہے، مقالے میں یہ بات تو یہ ہے کہ فوجی [illegible] کی [illegible] اور اسلام اور مسلمانوں کے لحاظ سے بھی مخالفت [illegible] ہے اسی کی بنا پر امریکی وزارت خارجہ [illegible] ہے۔ [illegible] ایک [illegible] لکھتا ہے کہ

"عرب انقلاب کے حالیہ جو [illegible] قومیں ایک امر سیاسی کا [illegible] انجام سے دوچار ہیں، وہ بعض حالات میں [illegible] کا بھی ہو جاتا ہے۔"

اور اس پر روس انقلابی فوج کے دوش بدوش [illegible] [illegible] تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ افغانستان کا انقلاب روس ہی کا کارنامہ ہے اور اس سلسلے میں امریکیوں نے کوئی مداخلت نہیں کی اس لئے کہ امریکی اسی سال [illegible] میں چلی میں اسی قسم میں اس سے سبقت لے گئے تھے، اور جب پائنچے [illegible] کے قتل کرنے سے روس کو انہوں نے روکا تو اس نے مداخلت بھی نہیں کی۔ گویا کہ دو بڑی عالمی طاقتوں میں مشترک اور منفرد ممالک میں قدم جمانے کے سلسلے میں گٹھ جوڑ ہے۔

اور یہ بات اسی وقت عیاں ہو گئی کہ افغانستان کے خونی انقلاب کا مقصد کیا تھا جب کہ مسلمانوں کی لاشوں کا معائنہ ہوا۔

آخر میں میں اپنے مقالے کے اختتام پر اسلام کے دشمنوں کو دوبارہ کہتا ہوں کہ وہ خود فنا ہو جائیں گے۔ اسلام کا ایک رب ہے جو اس کا محافظ ہے اور اسلامی تحریک کسی بھی ایک ہی ان جنگوں کی بنا پر مرعوب نہیں ہو سکتی خواہ وہ [illegible] C. I. A. کی تحریک کا متن ہو یا K. G. B. کا [illegible]۔ اسلامی تحریک کا مقصد قدم جمانا اور قبضہ کرنا نہیں، بلکہ خدا کی رضا اور زمین پر اس کی حاکمیت کو عام کرنا ہے اور یہ صرف اللہ والوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

(۱) مسجد کا مراقب (۲) شہادت

"لیظہرہ علی الدین کلہ"

اے مسلم نوجوانو! خدا جس نے تجھ میں اسی جو بیداری اسلامی کا خیال رکھا ہے اللہ سے ڈرا ہے۔

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ فمنهم من قضی نحبہ و منهم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا

[illegible]

ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں ایک بزرگ مولانا کمال الدین زاہد تھے، ورع و تقویٰ اور دیانت و امانت میں درجہ کمال حاصل تھا علم و فضل میں یہ مرتبہ تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء کو ان سے تلمذ کی نسبت تھی، مشارق الانوار ان سے سنا اور اجازت حاصل کی تھی۔ سلطان غیاث الدین بلبن مولانا کا بہت معتقد تھا، اس نے آرزو کی کہ آپ کی امامت میں نماز ادا کیجئے، ایک دن مولانا سے عرض کیا کہ مجھے آپ کے علم و دیانت پر پورا بھروسہ ہے، اگر آپ امامت قبول فرمائیں تو بڑی عنایت ہو اور مجھے اپنی نمازوں کی قبولیت کا وثوق ہو جائے لیکن مولانا کی شان استغناء اس ملازمت کو کیسے گوارا کر سکتی تھی فرمایا کہ ہمارے پاس نماز کے سوا اور کیا رہ گیا ہے کیا بادشاہ چاہتا ہے کہ اسے بھی ہم سے لے لے؟ مولانا کے جواب کو اس بیان سے دبا کر ستا تا بنا گیا۔

سلطان علاء الدین خلجی کے جلال و جبروت کا حال کسے معلوم نہیں۔ ایک بار سلطان نے حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں اپنے بیٹے خضر خان کو بھیجا اور بعض امور سلطنت میں ان کی رائے چاہی۔ خضر خان نے حاضر ہو کر تحریر شاہی دست مبارک میں دی لیکن شیخ نے اسے مطالعہ نہیں کیا اور فرمایا کہ فقیروں کو بادشاہوں کے معاملات سے کیا سروکار، میں فقیر آدمی شہر کے کنارے گوشہ گیر ہوں اور مسلمانوں اور بادشاہوں کی دعاگوئی میں مصروف ہوں، اگر بادشاہ نے اس کے بعد مجھے کسی قسم کی تکلیف دی تو میں یہاں سے بھی چلا جاؤں گا۔ خدا کی زمین وسیع ہے۔ علاء الدین کو یہ جواب سن کر بہت انقطاع پیدا ہوا اور ملاقات کی خواہش کی لیکن شیخ نے قبول نہ کیا۔ سلطان نے پھر اصرار کیا تو فرمایا کہ اس ضعیف کے گھر میں دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازے سے داخل ہو گا تو میں دوسرے سے باہر نکل جاؤں گا۔

انہیں شیخ نظام الدین اولیاء کا ایک واقعہ اور سنئے:

سلطان علاء الدین خلجی کے بعد اس کا بیٹا قطب الدین تخت نشین ہوا اس نے قلعہ سیری میں جامع مسجد بنوائی اور پہلے جمعہ میں تمام علماء و مشائخ کو دعوت دی کہ یہیں آ کر نماز پڑھیں، اس دعوت پر اور سب لوگ پہنچ گئے لیکن حضرت نظام الدین تشریف نہیں لے گئے بلکہ کہلا بھیجا کہ ہمارے قریب مسجد ہے ہم وہیں نماز پڑھیں گے۔

ایک اور واقعہ سنئے سلطان قطب الدین نے اپنے زمانہ میں یہ رسم ایجاد کی کہ چاند رات کو تمام ائمہ و مشائخ اور علماء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور مہینہ کی مبارکباد پیش کریں۔ سب حسب الحکم بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے لیکن شیخ نہیں گئے سلطان کو سخت ناگوار ہوا غصہ میں کہا کہ اگر آئندہ ماہ شیخ نہ آئے تو زبردستی لانا چاہئے لیکن دوسری چاند رات ابھی آنے بھی نہ پائی تھی کہ خسرو خاں نے سلطان قطب الدین کو قتل کر دیا۔

ایک اور بزرگ کا قصہ سنئے:

شیخ عبدالقادر جیلانی کو بادشاہ وقت نے [illegible] بھیجا لیکن شیخ کی شان استغناء پر یہ جواب لکھ بھیجا:

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

تعمیر حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔